IQBAL REVIEW (64: 4)
(October - December 2023)
ISSN: P0021-0773
ISSN: E3006-9130

مکاتیبِ اقبال بنام خان نیاز الدین خان
تعارفی و تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر جمیل الرحمٰن

ABSTRACT

Allama Iqbal is famous as a poet, thinker, philosopher and political and social aspects. Apart from his Urdu and Persian poetry, the study of his lectures, diaries and letters is very important for the understanding of his thoughts. Iqbal's circle of friends was very wide and varied. In addition to social, political, journalistic, religious, mystical figures, correspondence with Iqbal's admirers and dear relatives explains Iqbal's personal and intellectual direction with excellence. Many collections of Iqbal's letters have been published, among them a collection titled "Mukatib-i-Iqbal Banam Khan Niazuddin Khan" was first published by Bazm-i-Iqbal Lahore and later by Iqbal Academy Pakistan Lahore. In this article, the importance and value of the above-mentioned collection has been described along with the introduction of Iqbal's correspondence, which is definitely worth the attention of the readers who are interested in Iqbaliat.

Keywords:

مکتوب نگاری، مکتوباتی ادب، مکتوب الیہم، کبوتر نامہ، خطوط اقبال

مکتوب عربی زبان کا لفظ اسم مذکر ہے جس کے لغوی معنی لکھا ہوا، لکھا گیا، مرقوم، خط، چٹھی، مراسلہ اور ترسل ہیں۔ مترادف کے طور پر لفظ خط مستعمل ہے جو مکتوب ہی کی طرح نوشتہ، لکھت، تحریر، نوشت، دستاویز، تمسک، سند، قبالہ، لکیر، دھاری، ڈنڈیر، اقلیدس رقعہ پتری، سکہ، نامہ، ریش، سبزۂ رخسار، دستخط، نشان وغیرہ کے کثیر الجہت پہلوؤں کا حامل ہے۔[۱] مختلف زبانوں میں مکتوب کے لیے مختلف الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں یعنی زبانِ اردو میں خط، انگریزی میں لیٹر، فارسی میں نامہ، ہندی میں پتر، پنجابی میں چٹھی اور جاپانی میں تگامی کہا جاتا ہے۔[۲]

لفظی محدودیت سے قطع نظر مکتوب نگاری فکری، فنی اعتبار سے اپنے اندر ایک جہانِ معنی رکھتی ہے جس کا بنیادی وظیفہ ابلاغِ کلی اور اظہارِ تمام ہے۔ ابتداً ابلاغ اور اظہار کا دائرہ ادبی غایت کے برعکس احتیاج، اظہارِ مطلب، اظہارِ مدعا سے مربوط اور مکتوب نگار، مکتوب الیہ کے مابین ذاتی حد تک محدود تھا، یعنی بقول ڈاکٹر خورشید الاسلام:

> ”خط لکھتے وقت صرف دو انسانوں کی خودی بیدار ہوتی ہے، صرف دو انسان زندہ ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ ساری دنیا غنودگی کے عالم میں ہوتی ہے۔“[۳] (۳)

مکتوباتی ادب میں دیگر علمی و ادبی شخصیات کے پہلو بہ پہلو اقبال کا حوالہ نہایت اہم اور سربلند ہے۔ اقبال جیسے بڑے دماغ تک رسائی میں ان کے خطوط کا حصہ فراواں ہے۔ ان کا سلسلۂ مکاتبت کافی وسیع اور متنوع رہا ہے انہوں نے اردو، فارسی، انگریزی، عربی اور جرمنی زبان میں اخط لکھے۔ علامہ کے مکتوب الیہم کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اس میں قائداعظم محمد علی جناح، مہاراجا کشن پرشاد شاد، سر راس مسعود اور سر اکبر حیدری جیسی سربرآوردہ شخصیات شامل ہیں۔ اقبال کے مکتوبات اس لحاظ سے اہمیت کے حامل ہیں کہ ان میں نہ صرف اقبال کا عہد پوری تابناکی کے ساتھ جلوہ گر ہے بلکہ ان کے شخصی رجحانات اور ذاتی خانگی کوائف کے مرقعے صورت پذیر ہوتے ہیں۔ مکاتیبِ اقبال کے متعدد مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں شاد اقبال (مرتبہ: ڈاکٹر محی الدین قادری زور)، مکتوباتِ اقبال بنام سید نذیر نیازی (مرتبہ: سید نذیر نیازی)، انوارِ اقبال (مرتبہ: بشیر احمد ڈار) لیٹرز اینڈ رائٹنگز آف اقبال (مرتبہ: بشیر احمد ڈار)، مکاتیبِ اقبال بنام گرامی (مرتبہ: محمد عبداللہ قریشی)، اقبال نامہ (مرتبہ: شیخ عطا اللہ) خطوطِ اقبال (مرتبہ: رفیع الدین ہاشمی)، اقبال نامے (مرتبہ: ڈاکٹر اخلاق اثر)، مظلوم اقبال (مرتبہ: شیخ اعجاز احمد) وغیرہ شامل ہیں۔

سید مظفر حسین برنی نے پہلی بار کلیات حضرت اقبال کے مکتوب الیہم کی فہرست میں ایک نام خان محمد نیاز الدین خاں کا بھی ہے جن کے نام خطوط کی تعداد اناسی (۷۹) ہے۔ یہ خطوط بزم اقبال لاہور کی طرف سے ۱۹۵۴ء شایع ہو چکے ہیں لیکن اس میں صحتِ متن اور ترتیب و تدوین کے اصولوں کو مد نظر نہیں رکھا گیا۔ اس حوالے سے مظفر حسین برنی نے اعتراض اٹھایا:

"خان محمد نیاز الدین خاں کے موسومہ خطوط کی صحت متن کا صداقت نامہ تو جسٹس اے آر رحمان نے دیا ہے مگر اس میں بھی بہت سی وضاحتیں نہیں ملتیں۔"[۴]

خان محمد نیاز الدین خاں (۱۸۶۵-۱۹۲۹) کا تعلق جالندھر کے ایک زمیندار گھرانے سے تھا۔ انھوں نے اپنی عملی زندگی کا وکالت کے پیشے سے کیا، بعد میں سرکار کے ملازم ہوئے اور سینئر سب جج کے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔ وہ سر سید احمد خاں کی تحریک علی گڑھ اور مسلم لیگ سے بھی وابستہ رہے۔ انھیں مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ ان کے مضامین اخبار وکیل (امرتسر)، مسلم آؤٹ لک (لاہور) اور معارف (اعظم گڑھ) میں شایع ہوتے رہے۔ خان نیاز الدین خاں نے علامہ کے فارسی کلام پیام مشرق کا منظوم اردو ترجمہ بھی کیا۔ علامہ صاحب ان کے گھر بھی تشریف لے گئے تھے۔[۵]

علامہ صاحب کے خطوط کا زیر نظر مجموعہ ڈاکٹر عبداللہ شاہ ہاشمی کا مرتب کردہ ہے اور اسے اقبال اکادمی پاکستان نے تیسری بار ۲۰۱۹ع میں شایع کیا ہے۔ قبل ازیں یہ مجموعہ بالترتیب ۱۹۸۶ع اور ۲۰۰۶ع میں چھپ چکا ہے۔ کتاب کا انتساب ملک حق نواز (حضرو ضلع اٹک) اور ممتاز اقبال شناس پروفیسر ڈاکٹر صابر کلوری (مرحوم) کے نام کیا گیا۔ ناظم اقبال اکادمی پاکستان جناب محمد سہیل عمر نے خان نیاز الدین خاں کے پوتے خان فصیح الدین خاں سے اظہار تشکر کرتے ہوئے لکھا:

"قابل تحسین بات یہ ہے کہ ان خطوط کے لیے انھیں خاصی رقم کی پیش کش ہوئی لیکن خان نیازالدین خاں کے لواحقین نے خطوط 'فروخت' کرنے سے انکار کر دیا۔"[۶] (۷)

فہرست پر نظر دوڑائیں تو اس کے مندرجات کی تفصیل کچھ یوں ہے:

حرف اول: عبداللہ شاہ ہاشمی * پیش لفظ: ایس اے رحمان * ملاحظات: پروفیسر محمد منور * مقدمہ: عبداللہ شاہ ہاشمی * مکاتیب اقبال مع حواشی و تعلیقات * کتابیات * ضمیمہ جات (مکتوبات گرامی بنام نیاز، مسئلہ خلافت کی حقیقت، اقبال کے دست نوشت چند مکاتیب کے عکس) * اشاریہ

ڈاکٹر عبداللہ ہاشمی نے آغاز میں اس بات کی وضاحت کی کہ مکاتیب اقبال بنام نیاز درحقیقت ان کے ایم فل اردو کا موضوع تھا اور یہ خطوط مقالہ کی صورت ۱۹۹۳ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد میں جمع ہوا۔ نگران مقالہ شعبہ اقبالیات کے ایسوسی ایٹ پروفیسر رحیم بخش شاہین تھے۔ اس

مجموعے میں اقبال کے اناسی (۷۹) خطوط کو زیر بحث لایا گیا ہے جو انھوں نے اپنے دوست خان نیاز الدین خاں کو تحریر کیے۔ مرتب نے ترتیب و تدوین اور حواشی و تعلیقات کے باب میں درج ذیل امور کو ملحوظ خاطر رکھا:

الف: مکاتیب بنام نیاز کا تعارف، خطوں کی اہمیت، اقبال اور نیاز کے مابین تعلقات کی نوعیت کے اظہار سے ان خطوط کے پس منظر کا پتا چلتا ہے۔

ب: اقبال بنام نیاز کے نام سے اس تصحیح شدہ نسخے سے قبل ۱۹۵۴ع میں طبع اول کے طور پر شایع ہو چکا تھا مگر اس میں کئی اغلاط پائی گئیں۔ مذکورہ اغلاط کی درستی علامہ اقبال کے اصل دست نوشت خطوط کی روشنی میں کی گئی۔

ج: حواشی و تعلیقات کے ذیل میں شخصیات، معاملات اور افکار و نظریات کو کھول کر بیان کیا گیا۔

د: خطوط میں درج اشعار کی تخریج کی گئی ہے اور فارسی اشعار کو ترجمے اور مفہوم سے آراستہ کیا گیا۔

ہ: حواشی و تعلیقات بے جا اختصار اور طوالت کا شکار نہیں بلکہ ان کے بیان میں ایک جامعیت اور توازن نظر آتا ہے۔ ان کے ساتھ مآخذ بھی درج ہیں۔ مآخذ میں مکمل حوالے کے بجائے کتاب اور صاحب کتاب کے نام پر اکتفا کیا گیا ہے البتہ ان کتابوں کے مکمل حوالے ''کتابیات'' میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

مجموعے میں شامل خطوط کا عرصہ تحریر جنوری ۱۹۱۶ء تا جون ۱۹۲۸ء، ساڑھے بارہ سال بنتا ہے۔ بالعموم علامہ کے خطوط میں سنجیدگی اور علمی متانت کا رنگ غالب رہتا ہے تاہم وہ اپنے خاص الخاص دوستوں سے کھل بھی جاتے ہیں مثلاً جہاں کہیں مولانا گرامی کا ذکر آیا ہے وہاں ان کی طبعی ظرافت قاری کے سامنے آئی ہے۔ خان نیاز الدین خاں کے نام ان خطوط کا نمایاں وصف یہ ہے کہ علامہ صاحب نے کبوتر داری جیسے مشغلے کا ذکر جگہ جگہ کیا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ علامہ کو کبوتر پالنے کا کس قدر شوق تھا۔ سیالکوٹ کی تہذیب و ثقافت میں کبوتر داری ایک سلجھا ہوا مشغلہ سمجھا جاتا تھا اس لیے اقبال کو بچپن سے ہی کبوتروں کا شوق پیدا ہوا اور یہ سلسلہ جاوید اقبال کے سمجھ دار ہونے تک جاری رہا۔ اس مشغلے کا تذکرہ ان کے خطوط میں دیکھیے:

> ''کچھ مضائقہ نہیں اگر شیخ عمر بخش صاحب کبوتر نہیں لائے، میں چاہتا ہوں کہ کبوتر یہاں اکتوبر میں آئیں۔ اس سے پہلے نہ آئیں، میں چند روز تک سیالکوٹ جانے والا ہوں۔''[۷]

ایک اور مکتوب بڑا دلچسپ ہے، اس مکتوب کو ایک طرح سے 'کبوتر نامہ' قرار دیا جا سکتا ہے۔[۸]

کبوتر داری کے ذکر کے ساتھ ہی وہ مغربی تہذیب پر چوٹ کرنے سے نہیں چوکتے:

”آپ کے کبوتر بہت اچھے ہیں مگر افسوس کہ زمانہء حال کی مغربی تہذیب سے متاثر معلوم ہوتے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ بچوں کی پرورش سے بہت بیزار ہیں“۔[9]

اقبال کے ان خطوط میں مذہب اور تصوف پر بھی بات کی گئی ہے، شاید وہ تصوف کی تاریخ لکھنے میں مصروف تھے، ان کے بقول: تصوف کے ادبیات کا وہ حصہ جو اخلاق و عمل سے تعلق رکھتا ہے، نہایت قابل قدر ہے کیوں کہ اس کے پڑھنے سے طبیعت پر سوز و گداز کی حالت طاری ہوتی ہے۔ فلسفے کا حصہ محض بے کار ہے اور بعض صورتوں میں میرے خیال میں تعلیم قرآن کے مخالف۔[10]

اسلامی فلسفہ قومیت اور مغربی فلسفہ ء قومیت میں بعد المشرقین کا فرق پایا جاتا ہے۔ اقبال نے اس امر کی پیشین گوئی کی کہ مغربی فلسفہ قومیت اپنی موت آپ مرے گا اور حتمی طور پر اسلامی فکر غالب ہو گی۔ جب وہ مثنوی رموز بے خودی تخلیق کر رہے تھے تو اس کے دوران میں ان پر خیالات کی یلغار تھی گویا غالب والی کیفیت سے اقبال بھی دوچار تھے یعنی پردہ غیب سے مضامین اترنے کا خیال۔[11]

اقبال مسلمانان ہند کی قیادت عملی سطح پر بھی کر رہے تھے۔ بعض معاملات اور تحریکات پر انہیں کچھ تحفظات تھے۔ ان تحریکوں میں ایک تحریک خلافت کی تحریک بھی تھی، جس سے انہوں نے ۳۱ جولائی ۱۹۲۲ ءمیں ان تین وجوہات کی بنا پر استعفادے دیا:

۱۔ علامہ تحریک خلافت میں ہندوؤں کی شمولیت کو خطرناک سمجھتے تھے۔

۲۔ خلافت وفد کو انگلستان بھیجنے پر انہیں اتفاق نہیں تھا۔

۳۔ خلافت کمیٹی کے بعض ممبران کو وہ مفاد پرست سمجھتے تھے۔[12]

اس ضمن میں وہ خان نیاز کو لکھتے ہیں کہ اقبال کے کچھ دوستوں نے طے کیا تھا کہ اقبال کو فکر معاش سے آزاد کیا جائے، اس کے لیے انہوں نے ایک امدادی فنڈ قائم کرنے کا پروگرام بنایا لیکن اقبال کے پیش نظر اپنی ذات نہیں تھی بلکہ امت مسلمہ کی خیر خواہی کے جذبات کار فرما تھے۔، ان کے خیالات ملاحظہ ہوں:

آپ کے دوست ضرور آپ کے ہم خیال ہوں گے مگر اقبال فنڈ قائم کرنا میری رائے میں، جس میں، میرے ضمیر کی آواز بھی شامل ہے، درست نہیں۔ مسلمان غریب قوم ہیں (کذا) اور باوجود اس غریبی کے گزشتہ دس بارہ سال میں ایک کروڑ روپے سے زیادہ چندوں میں دے چکی ہے۔

میں خود تو یہاں تک احتیاط کرتا ہوں کہ جو لوگ کتاب کو پڑھ نہیں سکتے، وہ اسے خرید بھی نہ کریں کیونکہ ان کو اس کی خریداری کی ترغیب دینا ایک قسم کی ناانصافی ہے۔ باقی رہا میں، سو میری طرح امت مرحومہ

میں سیکڑوں آدمی آگے گزر گئے ہیں جنھوں نے رکاوٹوں کے ہوتے ہوئے کام کیا ہے۔ مجھ سے بھی جہاں تک ہو سکے گا، انھی کی تقلید کروں گا۔[۱۳]

دنیاوی مفاد اور دوستی میں سے اقبال نے ہمیشہ دوستی کو اپنے ذاتی مفادات پر ہمیشہ ترجیح دی۔ اقبال اپنے دوست میاں عبدالعزیز کے مقابلے میں انتخابات لڑنے سے انکار کر دیتے ہیں اور وجہ بتاتے ہیں:

"لاہور کے لوگ مجبور کرتے ہیں اور بہت سے ڈیپوٹیشن ان کے آ چکے ہیں، مگر میاں عبدالعزیز سے مقابلہ کرنا میں نہیں چاہتا۔ ان سے دیرینہ تعلقات ہیں۔ اگرچہ مقابلے کے بعد انتخاب ہو جانا قریباً یقینی ہے، تاہم یہ بات میرے نزدیک مروت کے خلاف ہے کہ ایک موہوم دنیوی فائدے کی خاطر دیرینہ تعلقات کو نظر انداز کر دوں۔"[۱۴]

زیر نظر مضمون کا اختتام اقبال کے اس مکتوب پر کرتے ہیں جس میں علامہ کے حیات النبی کے عقیدے اور ان کے عشق مصطفے پر پڑتی ہے۔ یہ خط اپنی نوعیت میں بہت اہم ہے۔[۱۵]

اگرچہ اقبال کے خطوط مختلف مجموعوں اور کلیات کی شکل میں چھپ چکے ہیں تاہم تلاش و جستجو کا عمل کہیں بھی نہیں رکتا مثلاً پروفیسر محمد منور نے جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال کے خطاب ۲۱ اپریل ۱۹۸۱ء کے حوالے سے بتایا کہ حضرت علامہ نے اپنے والد بزرگوار (شیخ نور محمد صاحب) کو لکھے اور جن میں حضرت علامہ نے اپنے روحانی احوال و مسائل کا ذکر تھا۔ یہ اور اس طرح کے کئی غیر مطبوعہ خطوط اقبال منصہ شہود پر آنے کے منتظر ہیں۔ عبداللہ ہاشمی کے نزدیک اقبال کے اس وقت تک سترہ سو سے زائد مدون و غیر مدون خطوط دریافت ہو چکے ہیں اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ اقبال کی شخصیت اور ان کے فکر و فن کا مطالعہ مکاتیب اقبال کے مطالعہ کے بغیر نامکمل ہے۔

***

حوالہ جات وحواشی

۱ دہلوی، مولوی سید احمد، فرہنگ آصفیہ، لاہور، اردو سائنس بورڈ، طبع چہارم، ۲۰۰۳ء

۲ علی محمد خاں، ڈاکٹر، اصنافِ نظم و نثر، لاہور، الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، اپریل ۲۰۱۴، ص ۲۷۱

۳ خورشید الاسلام، تنقیدیں، الہ آباد، انجمن ترقی ہند، ۱۹۶۴، ص ۱۱

۴ برنی، مظفر حسین سید، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال (جلد اول)، دہلی، اردو اکادمی، نومبر ۱۹۸۹ص ۴۶

۵ حافظ قاری فیوض الرحمان، ڈاکٹر، معاصرینِ اقبال، لاہور، نیشنل بک سروس، ۱۹۹۳ص ۱۰۴۰-۴۱

۶ ہاشمی، عبداللہ شاہ (مرتب)، مکاتیبِ اقبال بنام خان نیاز الدین خان، لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۹ص ۴

۷ ایضاً مکتوب: ۱۶ص ۲۹۔۷۷۔ ایضاً مکتوب: ۲۹ص ۸۸

۸ ایضاً مکتوب: ۵۱ص ۱۲۰

۹ ایضاً مکتوب: ۲ص ۵۰

۱۰ ایضاً مکتوب: ۱۰ص ۶۵-۶۶

۱۱ ایضاً مکتوب: ۳۷ص ۹۸

۱۲ محمد حنیف شاہد، اقبال اور انجمن حمایت اسلام، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، ۱۹۷۶، ص ۵۵۔۶۰

۱۳ ہاشمی، عبداللہ شاہ (مرتب)، مکاتیبِ اقبال بنام خان نیاز الدین خان، مکتوب: ۶۴، ص ۱۳۱۔

۱۴ ایضاً مکتوب: ۶۵ص ۱۳۲

۱۵ ایضاً مکتوب: ۵۴ص ۱۲۲